امام ابو حنیفہؒ اور استحسان

جسٹس شجاعت علی قادری

امام ابو حنیفہؒ کا امت مسلمہ پر جو احسان ہے اسکو نہ صرف ان کے عقیدت مند بلکہ وہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں ـ موافقین ہوں یا مخالفین ان کی آراء پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں ـ (۱)

مذہب ابی حنیفہؒ میں اتنی وسعت موجود ہے کہ وہ اس پھیلتی ہوئی دنیا اور اسکے تغیر پذیر مسائل سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے ـ چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ـ

" یہ مذہب (فقہ ابی حنیفہ) اپنی بنیاد اور اساس میں کاملاً آزاد ہے ـ اور یہی وجہ ہے کہ بمقابلہ دوسرے مذاہب فقہ اس میں کہیں زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ جیسے جیسے حالات ہوں اپنی قوت تخلیق سے کام لیتے ہوئے ان سے مطابقت پیدا کر لے " ـ (۲) ـ

امام اعظمؒ نے ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں جو شاہراہیں دکھائیں ان میں " نظریہ استحسان " بہت اہمیت رکھتا ہے ـ اس مختصر سے مقالہ میں امام ابو حنیفہؒ کے نظریہ استحسان سے استفادہ کے امکانات پر بحث کی جائے گی ـ

استحسان کے لغوی معنی ـ

یہ لفظ حسن سے بنا ہے ـ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اچھا سمجھنا یا کسی چیز میں حسن کا پہلو تلاش کر لینا ـ

استحسان کے شرعی معنی ـ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استحسان بحیثیت دلیل شرع کے کیا ہے ـ اس میں ان کے مذہب کے ترجمانوں نے مختلف انداز ہائے بیان اختیار کئے ہیں اور شاید ان تشریحات کی بنیاد پر بعض حضرات کو تنقید کا موقع مل گیا ـ ذیل میں چند تعریفات ملاحظہ ہوں ـ

(١) ـ الاستحسان هو الدليل الذى يعارض القياس الجلى ـ (٣)

(استحسان ایک ایسی دلیل هے جو قیاس جلی سے متعارض هو ـ)

معلوم هوتا هے که یه تعریف جـامع نهیں ، کیونکه استحسان صرف قیاس جلی هی کے معارض نهیں هوتا بلکه کبھی بظاهر کتاب و سنت اور اجماع امت سے بھی معارض هو سکتا هے ـ

(ب) ـ امام کرخی حنفی نے استحسان کی تعریف ان الفاظ میں کی هے ـ

" هو العدول فی مسئلة عن مثل حکم به فی نظائرها الی خلافه بوجه هو اقوی(۴)

(کسی مسئله میں اسکے نظائر کے مـطابق فیصله دینے کی بجائے مخالف فیصله دینا ، کسی زیاده قوی دلیل کی بناء پر ـ)

یه تعریف جامع هے اور اسکا مفهوم یه هے که مجتهد استحسان سے بقـدر ضرورت بعض جزئیات میں کام لے سکتا هے ـ یه نهیـں که اسے همـه وقـت استحسان کی چھوٹ هے ـ اور یه ضرورت اسی وقت محسوس هوتی هے جب قـواعد کلیه کے مطابق حـکم لگانا اسلامی شریعت کی روح کے منافی هو ـ

امام مالک اور استحسان ـ

امام مالکؒ نه صرف استحسان کے قائل تھے بلکه اسـکے سرگرم مؤیدین میں سے تھے انکا قول هے که استحسان عـلم کا $\frac{9}{10}$ حصه هے ـ یه ابن القـاسم کی روایت هے ـ (۵) فقهاء مالکیه نے بھی استحسان کی مختلف تعریفات کی هیں ـ

١ ـ ابن العربی مالکی فرماتے هیں ـ " استثناء اور ترخیص کے طور پر کسی معارضه کی وجـه سے دلیل کے بعض مقتضیات کو ترک کرنے کا نام استحسان هے " ـ (٦) ـ مگـر ابن الانباری نے اس تعریف کا رد کیا هے اور کها هے که امام مالک اگرچه استحسان کو مانتے تھے مگر ان کے نزدیک اسکا وه مفهوم نه تھا جو ابن العربی نے بیان کیا هے ـ ان کے نزدیک تو استحسان کا مفهوم یه هے کـه کسی مقـام پر قیـاس کلی کے مقابله میں مصلحت جزئی کی رعائت کی جائے ـ

ب ـ ابن العربی نے احکام القرآن میں ایک اور جگه استحسان کے بارے میں فرمایا هے ـ

" همارے اور حنفی علماء کے نزدیک استحسان کا مفهوم یه هے که دو دلیلوں سے جو زیاده قوی هو اس پر عمل کیا جائے " ـ (۷)

ج ـ ابن رشد فرماتے هیں ـ

جو استحسان اکثر استعمال ہوتا ہے حتی کہ قیاس سے بھی زیادہ اس سے عموم حاصل کر لینا ہے " اسکا مفہوم یہ ہے کہ جب قیاس میں غلو اور مبالغہ لازم آئے تو بعض صورتوں میں کسی خصوصی مصلحت کے پیش نظر قیاس کو نظر انداز کر دیا جائے ۔ " (۸)

د ۔ بعض علماء مالکیہ فرماتے ہیں ۔

" استحسان اس دلیل کا نام ہے جو مجتہد کے دل میں پیدا ہوتی ہے مگر وہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر رہتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا "۔

فقہ مالکی میں استحسان کی متعدد مثالیں موجود ہیں ۔ایک مثال ملاحظہ ہو ۔ " عرب میں رواج تھا کہ نیک دل مخیر حضرات اپنے نخلستانوں کے کچھ درخت غریبوں کو کھجوریں کھانے کے لئے ہبہ کر دیتے تھے ۔ مگر عام طور پر ایسا ہوتا کہ وہ ان درختوں کی تر کھجوریں خشک کھجوروں کے بدلہ میں خرید لیتے ۔ اب یہ " بیع الرطب بالتمر " تھی جو احادیث کی رو سے ممنوع ہے ۔ مگر فقہاء مالکیہ نے اسکو بعض مصلحتوں کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ یہ حسن سلوک روا رکھا کہ انھیں اپنی کھجوروں کے درخت مفت دیدئے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں ۔ اب اگر وہ شخص چاہتا ہے کہ اسے تر کھجوریں کھانے کو مل جائیں تو اس میں کیا حرج ہے ۔ اگر اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے تو لوگ ہبہ کے اس مستحسن طریقہ کو ترک کر دیں گے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جن لوگوں کو کھجور کے درخت دیئے گئے ہیں وہ خشک کھجوروں کے ضرورتمند ہوں ، اس طریقہ سے انکا بھی فائدہ ہو جائے گا ۔ پھر اس استحسان کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بیع العرایا سے متعلق ہے ۔ (۹)

امام احمد بن حنبل اور استحسان ۔

امام احمد بن حنبل بھی استحسان کے قائل تھے اور ان کے نزدیک استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ " ایک حکم کو چھوڑ کر اس سے بہتر حکم لگایا جائے " ۔

ان سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ " استحسان " عجمی اذہان کی اپج نہیں بلکہ خالص دینی اور اسلامی معاملہ ہے ۔ اس میں عربی یا عجمی کی کوئی تخصیص نہیں ۔ امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کو عجمی سمجھا جاتا ہے تو امام مالک تو عجمی نہ تھے ۔ وہ خالص مدنی تھے ۔ اس قسم کے علمی معاملات میں جغرافیائی انداز سے سوچنا روح اسلام کے منافی ہے ۔

حقیقت استحسان ۔

اس وضاحت کے بعد کہ آئمہ فقہ کے نزدیک استحسان کو کیا اھمیت حاصل ھے اور استحسان کا ان کے نزدیک کیا مفہوم ھے ۔ اب اس پر بھی غور کیا جائے کہ استحسان کو مصادر شریعت یعنی قرآن و سنت سے کس طرح اخذ کیا جا سکتا ھے ۔

استحسان کی بنیاد یسر اور رفع حرج ھے ۔ جسکی طرف قرآن مجید کی متعدد آیات و احادیث میں اشارہ کیا گیا ھے ۔

ا ۔ ماجعل علیکم فی الدین من حرج (۱۰)

اللہ تعالی نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ھے ۔

یہ بھی ھماری شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصول ھے کہ " الحرج مدفوع " یعنی تنگی کا دور دور نام نہیں ھے ۔ بلکہ ھر جگہ آسانی اور سہولت ھے ۔

فرمان الہی ھے ۔

ب ۔ یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر ۔ (۱۱)

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ھے اور وہ تمہارے ساتھ دشواری کا ارادہ نہیں فرماتا ھے ۔

اس آیت میں " یسر " کو مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے واضح کیا گیا ھے ۔ بس استحسان یہی ھے کہ مجتہدین قرآن و سنت کے عمومی اصولوں کو مدنظر رکھتے ھیں اور امت کے لئے آسانی پیدا کرتے ھیں اور خوب سے خوب تر راستہ تلاش کرتے ھیں ۔ قرآن کریم میں ایک ھی معاملہ سے متعلق کئی متبادل احکام موجود ھیں ۔ اب ان میں سے سہل تر کو تلاش کر لینا ، یا اجر کے اعتبار سے عظیم تر کو اختیار کرنا بھی استحسان ھی کی ایک شکل ھے ۔ اور شاید قرآن کی درج ذیل آیت کا مفہوم یہی ھے ۔

ج ۔ " الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ " ۔ (۱۲)

وہ کہ جو بات کو سنتے ھیں اور اس میں سے سب سے بہتر کی پیروی کرتے ھیں ۔

فقہاء نے اس آیت کو بھی استحسان کی دلیل بنایا ھے ۔ ان آیات کے علاوہ بھی قرآن کریم میں متعدد آیات ھیں جن سے حقیقت استحسان کھل کر سامنے آتی ھے ۔ وہ احادیث جو استحسان کو دلیل شرعی قرار دیتی ھیں ۔

۱ ـ حضرت ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب کسی صحابی کو حاکم بنا کر کہیں بھیجتے تھے تو فرماتے تھے ـ

بشروا ولا تنفروا و یسروا ولا تعسروا ـ (۱۳)

تم لوگوں کو خوشخبری دینا ، ان میں نفرت نہ پھیلانا اور نرمی کرنا ، دشواریاں نہ پیدا کرنا ـ

۲ ـ اور حضرت انس کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـ

یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا ـ (۱۴) ـ

تم آسانیاں پیدا کرو اور دشواریاں پیدا نہ کرو اور لوگوں کو تسکین دو اور نفرت نہ پھیلاؤ ـ

استحسان کی اقسام ـ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک استحسان اپنی دلیل کے اعتبار سے چار اقسام پر منقسم ہے ـ

(۱) استحسان بالاثر

(۲) استحسان بالاجماع

(۳) استحسان بالضرورۃ

(۴) استحسان بالقیاس الخفی ـ

(۱) ـ استحسان بالاثر ـ

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک حکم قیاساً کچھ ہو مگر بطور استحسان کچھ اور حکم لگایا گیا ہو اور اس حکم کی تائید میں کوئی حدیث یا قول صحابی بھی موجود ہو ـ اسکی مثال " بیع سلم " ہے ـ اس بیع کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی شخص کو کچھ روپیہ دیدیں اور اس سے کہیں کہ اس روپیہ کے بدلہ تم دس من گیہوں جون کی فلاں تاریخ کو دے دینا ـ اب یہ بیع اصولی طور پر یا آپ یوں کہہ لیں کہ عمومی قیاس کی رو سے درست نہیں ـ اسلئے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ـ

لاتبع مالیس عندک (۱۵)

(جو چیز تمہارے قبضہ میں نہ ہو اسکو نہ بیچو ـ)

لیکن اس شرعی اصول کے باوجود " بیع سلم " کو جائز قرار دے دیا گیا اب قابل غور امر یہ ہے کہ اسکا جواز محض ضرورت کی بناء پر نہیں ہے

اسلئے کہ یہ ضرورت ایسی شدید نہیں جسکی بناء پر ممنوعات شرعیہ مباح ہو جائیں یا اصول شرع ٹوٹ جائیں ۔ بلکہ اس سلسلہ میں ایک حدیث موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں کے لوگ کھجوروں میں دو دو تین تین سال تک ادھار کی بنیاد پر بیع کرتے تھے یعنی کھجوروں والے کھجوروں کی قیمت پہلے لے لیتے تھے اور کھجوریں بعد تک دیتے رہتے تھے ۔ (غالباً اس میں کچھ جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے تھے ۔) اس لئے آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور اس سلسلہ میں کچھ ترمیم کرتے ہوئے فرمایا ۔

من اسلف سلفاً فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم ۔ (١٦)

(تم میں سے کوئی ادھار بیع کرے تو اسے چاہئیے کہ وہ پیمانہ ، وزن اور مدت معین کر کے ایسا کرے) ۔

یہ بیع اگرچہ حدیث کی رو سے درست اور جائز ہے ۔ مگر اس میں استحسان اس بناء پر ہے کہ لوگوں کو اس سے سہولت میسر آ گئی ، کیونکہ عام طور پر کاشتکاروں کے پاس نقد روپیہ موجود نہیں ہوتا ہے ، اگرچہ فصل پر بہت کچھ ہوتا ہے ، لہذا وہ فصلیں پکنے سے پہلے اپنی ضروریات کے لئے روپیہ کے محتاج ہوتے ہیں ، اسطرح ان کو بروقت روپیہ مل جاتا ہے ۔ اور روپیہ دینے والوں کو اجناس اسطرح کچھ سستی مل جاتی ہیں ۔ اب یہ ان کی دینداری اور دیانتداری پر موقوف ہے کہ وہ اس شرعی سہولت کو استحصال کا ذریعہ نہ بنائیں ۔

ایک شبہ کا ازالہ ۔

یہاں عموماً ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب ایک چیز پوری وضاحت کے ساتھ حدیث سے ثابت ہے تو اسکو " استحسان " کہنے کا کیا مطلب ہے ، وہ تو سنت میں داخل ہے ۔ چنانچہ ڈاکٹر مصطفی زرقا کہتے ہیں " پھر اگر یہ استحسان ہے تو یہ درحقیقت " استحسان شارع " ہو گا جو موضوع بحث نہیں ، کیونکہ موضوع بحث تو فقیہ کا استحسان ہے ۔ استحسان شارع اور استحسان فقہیہ کے درمیان فرق سمجھنا چاہئیے (١٧) میرا خیال یہ ہے کہ حدیث سے تو صرف اس بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ استحسان ، اور استحسان یعنی اس بیع میں حسن و خوبی کا پالینا یہ فعل مجتہد ہے ۔ یہ بالکل اسطرح ہے جیسے قیاس جلی بھی ایک قیاس ہے اور خفی بھی ایک قیاس ہے

لیکن دوسرے قیاس کو استحسان صرف اس لئے کہا جاتا ھے کہ فقیہ اور مجتہد کی بصیرت اس میں حسن کا پہلو دیکھتی ھے ، لہذا استحسان نفس جواز پر ایک امر زائد ھے ۔

۲ ۔ استحسان بالاجماع ۔

اسکی مثال " استصناع " ھے (۱۸) اس سے مراد یہ ھے کہ آپ کسی سے کوئی چیز آرڈر پر بنوائیں ، مثلاً آپ کسی کارخانہ سے جوتا بنوائیں اور اسکی قیمت پہلے ھی ادا کر دیں اب یہ بیع قیاس کے اعتبار سے تو ناجائز ہونی چاھئیے کہ بیع معدوم ھے ۔ دوسرے اس لئے کہ اس میں مبیع کی سپردگی کا وقت بھی متعین نہیں ھوتا ، لیکن امت مسلمہ نے اجماعی طور پر اس قیاس کو ترک کر رکھا ھے اسلئے اسکو استحسان بالاجماع کہا گیا ھے ۔ اب اس اجماع میں بھی پبلک کی ضرورت و سہولت کا خیال رکھا گیا ھے اور یہی چیز مجتہد کی نگاہ میں مستحسن ھے ۔

استحسان بالضرورۃ

اسکی مثال یہ ھے کہ اگر کنوئیں یا حوض میں کوئی ایسی ناپاک چیز گر جائے جس سے تمام پانی ناپاک ہو جائے ، تو حکم یہ ھے کہ کنوئیں کا تمام پانی جو اسمیں اس وقت موجود تھا نکال دیا جائے مگر حوض اور کنوئیں کی دیواروں کے دھونے کا حکم نہیں ھے ، وہ پانی کے نکل جانے سے خود ھی پاک ہو جائیں گی ، اب قیاس تو یہ تھا کہ کنوئیں یا حوض کی دیواریں اس وقت تک پاک نہیں ہوں گی جب تک کہ انہیں دھو نہ لیا جائے ، لیکن کنوئیں کی دیواروں کا دھونا لوگوں کے لئے ممکن نہیں کیونکہ جب بھی وہ پانی ڈالیں گے ناپاک ہو جائے گا اور یہ سلسلہ ختم ہونے کا نہیں ، لہذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ کنوئیں یا حوض سے ناپاک پانی نکال دینا ھی کافی ہو گا ، یہ استحسان بالضرورۃ کہلاتا ھے ۔ (۱۹)

۳ ۔ استحسان بالقیاس الخفی

اس سے مراد یہ ھے کہ کسی مسئلہ کا حکم اسکے نظائر کے مطابق واضح طور سے کچھ ھونا چاھئیے تھا مگر ایک گہرے اور دقیق قیاس کے پیش نظر وہ حکم نہیں لگایا گیا بلکہ دوسرا حکم لگایا گیا ۔ اس کی مثال یہ ھے کہ شکاری پرندوں کے جوٹھے پانی کو پاک قرار دیدیا گیا ھے ،

جبکہ قیاس جلی یہ تھا کہ ناپاک ہو ، کیونکہ شکاری چوپایوں ، شیر ، ریچھ ، وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے تو ان کا جوٹھا بھی ناپاک ہو جانا چاھئیے تھا ۔ مگر ایک باریک اور غامض قیاس کی وجہ سے اسکو پاک قرار دے دیا گیا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ درندے منہ سے پانی پیتے ھیں اسطرح انکے منہ کا لعاب جو نجس ہے پانی میں شامل ہو جاتا ہے ۔ جبکہ پرندے چونچ سے پیتے ھیں جس میں لعاب نہیں ہوتا اسلئے اسکو پاک کہا گیا ہے ۔

استحسان کی پہلی تین اقسام کو ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب غالباً اپنا یعنی مجتہد کا استحسان نہیں کہتے تھے ، بلکہ استحسان کی دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے تھے کہ اگر ہم استحسان کرتے ھیں تو کیا حرج ہے جبکہ استحسان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت میں بھی موجود ہے اور بطور ضرورت تمام اصحاب مذاہب مانتے چلے آئے ھیں ۔ لہذا اصل استحسان ، استحسان کی چوتھی قسم ہی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر اصولیوں نے استحسان کی تعریف میں فقط ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے ۔

هوالدليل الذی يعارض القياس الجلی (۲۰) ۔

وہ ایک ایسی دلیل ہے جو قیاس جلی سے معارض ہو ۔

جب آپ استحسان کی مثالوں کو جمع کرینگے تو زیادہ مثالیں قیاس خفی ہی کی ہونگی ۔

استحسان کی ترجیح کے اصول ۔

بعض صورتوں میں قیاس خفی کو قیاس جلی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے ۔ اسکے لئے اصولیوں نے کچھ قوانین وضع کئے ھیں اور یہ قوانین ان مثالوں کے پیش نظر ھیں جن میں امام ابو حنیفہ نے استحسان کو قیاس پر ترجیح دی ہے ۔ وہ قوانین یہ ھیں ۔

۱ ۔ قیاس اور استحسان دونوں تاثیر کے اعتبار سے قوی ہوں ، اس صورت میں قیاس راجح ہو گا ۔

۲ ۔ دونوں تاثیر کے اعتبار سے کمزور ہوں ۔ اس صورت میں دونوں کے ساقط ہونے کا احتمال ہے ۔

۳ ۔ قیاس قوی ہو اور استحسان کمزور ہو ۔ اس میں قیاس کو ترجیح ہوگی ۔

۴ ـ استحسان قوی اور قیاس کمزور ہو ، اس صورت میں استحسان کو ترجیح ہو گی ـ دوسری تقسیم صحت و فساد کے اعتبار سے ہے ـ یعنی

۱ ـ قیاس اور استحسان دونوں ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح ہوں ـ

۲ ـ قیاس اور استحسان دونوں فاسد ہوں ، ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ـ

۳ ـ قیاس ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو گا ـ

۴ ـ استحسان ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو گا ـ

۵ ـ قیاس ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو ـ

٦ ـ استحسان ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو ـ

اب اگر قیاس اور استحسان میں تعارض واقع ہو جائے تو اس تعارض کی سولہ (١٦) صورتیں متصور ہیں ـ یعنی جب قیاس کی چار اقسام کو استحسان کی چاروں قسموں سے ضرب دی جائے گی تو سولہ صورتیں نکل آئیں گی ـ

ترجیحات ـ

۱ ـ جو قیاس ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے صحیح ہو وہ ہر قسم کے استحسان پر راجح ہو گا ـ

۲ ـ جو قیاس ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے فاسد ہو وہ قطعاً ناقابل اعتبار ہے ـ

۳ ـ جو استحسان ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح ہو وہ اس قیاس پر مقدم ہو گا جو ظاہر کے اعتبار سے صحیح اور باطن کے اعتبار سے فاسد ہو ـ یا ظاہر کے اعتبار سے فاسد اور باطن کے اعتبار سے صحیح ہو ـ

۴ ـ وہ استحسان جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہو اگر اس قیاس سے متعارض ہو جسکا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہو تو اس صورت میں قیاس کو استحسان پر ترجیح ہو گی ـ

۵ ـ وہ استحسان جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہے ایسے ہی قیاس سے متعارض ہو تو قیاس کو استحسان پر ترجیح ہو گی ـ

٦ ـ وہ استحسان جسکا باطن صحیح اور ظاہر فاسد ہے ـ ایسے ہی قیاس سے متعارض ہو جائے تو قیاس کو ترجیح ہو گی ـ

۷ ـ وہ استحسان جسکا ظاہر فاسد اور باطن صحیح ہے اس قیاس سے متعارض ہو جائے جسکا ظاہر صحیح اور باطن فاسد ہے تو اس صورت میں

استحسان راجح ہو گا ۔ واضح رہے کہ یہ اشکال محض عقلی ھیں اور امر واقع یہ ہے کہ :

ا ۔ قوی الاثر استحسان ، قوی الاثر قیاس سے متعارض نہیں ھوتا ۔

ب ۔ ظاہر و باطن کے اعتبار سے صحیح قیاس ایسے ہی استحسان سے متعارض نہیں ھوتا ہے ۔

ج ۔ ظاہر میں فاسد اور باطن میں صحیح قیاس ایسے ہی استحسان سے متعارض نہیں ھوتا ہے (۲۱)

کیا استحسان متعدی ھوتا ہے ؟

استحسان کے باب میں اسکے متعدی ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے اور اسکا جواب استحسان کی نوعیت پر ہے ۔ چنانچہ مسلم الثبوت میں ہے ۔

(وهو) ای الاستحسان (ان كان قياساً تعدى)حكمه الى مارواءه لوجود و علة متعدية خالية عن الموانع (والا) يكن قياساً بل نصاً اواجماعاً (فلا يتعدى الحكم منه الى السكوت لان النص او الاجماع حنيئذ على خلاف القياس فلا يجوز القياس عليه) ۔(۲۲)

اور وہ یعنی استحسان بطور قیاس ھو تو اسکا حکم دوسرے مقامات پر بھی لاگو ہو گا کیونکہ اس میں موانع سے خالی علۃ متعد یہ موجود ہے اور اگر نص یا اجماع ہو تو اسکا حکم ان مواقع پر نہ ہو گا جہاں کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نص یا اجماع خلاف قیاس ھیں ۔ اور اس صورت میں اس پر قیاس نہیں ہو سکتا ۔

گویا بنیادی طور پر " علت متعدیہ " کو دیکھنا ہے ۔ اگر وہ موجود ہے تو اس قسم کا حکم اس امر " مستحسن " کے نظائر میں بھی جاری ہو گا ۔

استحسان کے مخالفین

جہاں " نظریہ استحسان " کے جاننے والے موجود ھیں وہاں بعض اہل علم اس سے اختلاف بھی رکھتے ھیں ۔ ان میں سرفہرست فقیہہ حجاز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ھیں ۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب ، " الام " میں استحسان کے رد پر ایک مستقل عنوان " کتاب ابطال الاستحسان " قائم کیا ہے اس میں یہانتک فرما دیا کہ " جو استحسان کا قائل ہے وہ ایک نئی شریعت تیار کر رہا ہے " ۔(۲۳) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب " المستصفی " میں استحسان سے بہت ناراض نظر آتے ھیں ۔ وہ اسکو اصول " موہومہ " قرار

دیتے ھیں اور ایک مستقل عـنوان قائم کرتے ھیں ۔ " الاصل الثالث من الاصول الموھومـۃ " ۔ میرا خیال ھے کہ استحسان کے خلاف جو کچھ کہا جا سکتا ھے حسب توقع امام غزالی نے بڑی جامعیت سے فـرما دیا ھے ۔ امام غـزالی فرماتے ھیں ۔ " استحسان کے تین معانی ھیں " ۔ (۱) وہ دلیل جو یک بیک مجتھد کے ذھن میں آ جاتے اور مجتھد اپنی عقل سے اسے مستحسن جانے " ۔

اس کی تردید میں فرماتے ھیں کہ کسی شخص کی عقل کی بنیاد پر اپنا نظام عبادات کیسے قائم کر سکتے ھیں ، یہ تو صرف سمعی چیز ھے " (۲۴) استحسان کا یہ مفھوم نامکمل ھے مکمل مفھوم وھی ھے جـو ھـم عـرض کر چکے ، اور یہ کہ استحسان اگر کتاب و سنت یا اجماع امت سے ثابت ھے تو یہ سب مدرکات شـرعہ ھیں ۔ اور اگر ان میں سے نہیں ھے تو وہ قیاس ھی کی ایک مستحسن شکل ھے ۔ اور قیاس کے مآخذ قانون ھونے پر قریب قریب سبھی متفق ھیں ۔

(ب) المراد بہ و دلیل ینقدح فی نفس المجتھد لاتساعدۃ العبارۃ عنہ ولا یقدر علی ابرازہ و اظھارہ ۔ (۲۵)

استحسان سے مراد ایک ایسی دلیل ھے جو مجتھد کے دل میں چمک اٹھتی ھے اور زبان و بیان اسکے اظھار و تفسیر کے لئے عاجز رہ جاتے ھیں ۔

امام غـزالی کو اس پر یہ اعـتراض ھے کہ اس مفھوم میں استحسان سوائے ھوس کے کچھ اور نہیں ، کیونکہ جـو چیز بیان نہ کی جا سکے ھمیں کیا معلوم کہ وہ وھم ھے خیال ھے یا کوئی حقیقی چـیز ھے ، اسـکو ضرور ظاھر ھـونا چاھئیے تاکہ اسـکو دلائل کی کسوٹی پر پرکھ کر اسکی تائید یا تردید کی جا سـکے ، پھر وہ ایک بھـترین مثال دیتے ھیں جیسی کہ انکی خوبی ھے کہ وہ باریک سے باریک تر بات کـو اپنے زور بیان سے دلوں میں اتار دیتے ھیں ۔ مـثال یہ ھے کہ اگر چار آدمی ایک شخص کے خلاف زنـا کی گـواھی دیں مـگر اسـطرح کے کہ ایک تو کہتا ھے کہ یہ فعل کمرے کے فلاں گوشے میں واقع ھوا ھے اور دوسرا کہتا ھے کہ فلاں گوشـہ میں ھوا ھے اور اسطرح دوسرے دو بھی مختلف گـوشے بتاتے ھیں ۔ تو اب قیـاس تو یہ کہتا ھے کہ اس شخص پر کوئی حـد نہ لگائی جائے مگر ھم نے بطور استحسان یہ فـتوی دیا ھے کہ اس پر حد جاری کی جائے ۔ جب امام ابو حنیفہ قیاس کرتے ھیں تو بعض حضرات اعتراض کرتے ھیں کہ ابو حنیفہ ھر معاملہ میں قیاس کرتے ھیں اور قیاس کو کتاب و سنت پر ترجیح دیتے ھیں ۔ اور جب وہ کتاب و سنت کی وجہ سے قیاس کو ترک کرتے

ھیں تو لوگ کہتے ھیں کہ ابو حنیفہ نے قیاس کیوں نہیں کیا ؟ ۔ اس صورت میں قیاس تو یہ تھا کہ جس طرح چار اشخاص کسی شخص کو چار مختلف گھروں میں زنا کرتے ہوئے دیکھیں اور اسطرح دیکھیں کہ ھر گھر میں ایک گواہ نے دیکھا تو ایسی صورت میں اس شخص پر حد جاری نہ ہو گی ۔ کیونکہ چار اشخاص کی گواھی اجتماعی طور پر موجود نہیں ھے مگر ابو حنیفہ نے یہ قیاس اس جگہ جاری نہیں کیا بلکہ مزید دقت نظر سے کام لیتے ھوئے فرمایا کہ ایک کمرے کے چار گوشوں کو چار مختلف گوشوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ایک شخص کا ایک ھی کمرے میں مختلف گوشوں میں مباشرت کرنا ایک عام سی بات ھے ۔ اب اسکو حیلہ بنا کر مجرم کو چھوڑ دیا جائے تو پھر اللہ کا حکم شاید ھی پورا ھو ۔ پس یہاں وجہ استحسان نص قرآنی کی تکمیل ھے اور اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ھے ۔ جو ایک اچھا فعل ھے ۔

استحسان کی اس تعریف کے بعد امام غزالی نے جو کچھ کہا ھے اس سے اندازہ ھوتا ھے کہ استحسان کے پیچھے جو بنیادی فکر کام کر رھی ھے اس پر اصولاً کوئی اعتراض نہیں چنانچہ وہ کہتے ھیں " کیف وان کان ھذا دلیلا فلاننکر الحکم بالدلیل ولکن لا ینبغی ان یسمی بعض الادلة استحساناً " ۔ (۲٦) یہ کیونکر ممکن ھے اگر یہ دلیل ھے تو ھم دلیل کی روشنی میں حکم کا کب انکار کرتے ھیں ۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ بعض دلائل کو استحسان کہا جائے (اور بعض کو استحسان نہ کہا جائے) ۔

گویا ان کو تامل صرف یہ ھے کہ آپ اس دلیل کو استحسان کیوں کہتے ھیں اور دوسرے دلائل کو استحسان کا نام کیوں نہیں دیتے ؟ ۔ لیکن اسکے جواب میں کہا جا سکتا ھے کہ یہ بات طے شدہ اصول میں سے ھے کہ وجہ تسمیہ کے عام ھونے سے تسمیہ عام نہیں ھوتا اور یہ کہ اصطلاحات میں مناقشہ نہیں ھوتا ۔

ج ۔ تیسرے نمبر پر امام غزالی نے کرخی کی تعریف کے بعد صرف اتنا کہا ھے کہ

وھذا مما لاینکر وانما یرجع الاستنکار الی للفظ ۔ (۲۷)

اور یہ (استحسان کا یہ مفہوم) لائق انکار نہیں ، ناپسندیدگی تو اس لفظ (استحسان) پر ھے ۔

یہاں یہ بات خصوصی توجہ کی مستحق ھے کہ جو لوگ " استحسان " کی

وجه سے امام ابو حنیفه اور ان کے مذهب کے لوگوں کو مورد طعن قرار دیتے هیں اور کهتے هیں که یه دلیل بهی بهت عجیب هے که مجتهد پر تو منکشف هــو گئی مگر وه دوســروں پر ظاهر کرنے سے عاجز هے ۔ وه حضرات محدثین کے طرز عمل پر بهی غور فرمائیں ۔ محدثین کے یہاں حــدیث کی ایک قسم ، " معلل " هے ۔ یه وه حدیث هے جس میں تمام شرائط صحت بظاهر موجود هیں مگر پهر بهی لائق استدلال نہیں ، اسکے خلاف عمل هو رها هے ۔ محدثین اس قسم کی احادیث کی تمیز کو اپنے لئے باعث فخــر سمجهتے تهے ۔ اور اس کام کو ایک قسم کا الهام جانتے تهے ۔ عــلی بن مدینی جو جلیل القدر محدث تهے اور امام بخــاری کے اســاتذه میں سے هیں فرماتے هیں ۔

ولوقلت للقیم بالعلل من این لک هذا لم تکن له حجــة ۔ (۲۸)

اور اگر علتوں کے تلاش کرنے والے سے تم یه پوچهو که تمہیں یه کہاں سے معلوم هوئی تو اسکے پاس کوئی جواب نه هو گا ۔

محدث ابو حاتم سے کسی شخص نے چند احادیث دریافت کیں ، انهــوں نے بعض کــو مــدراج ، بعــض کو باطل ، بعض کو مــنکر اور بعض کو صحیح بتایا پوچهنے والے نے کہا آپ کو یه کیسے معــلوم هــوا ؟ ۔ کیا راوی نے آپ کو اطلاع دی ؟ ۔ ابو حاتم نے کہا ، نہیں مجهـ کو ایسا هی معلوم هوتا هے ۔ ســائل نے کہا ، تو کیا آپ عــلم غیب کے مــدعی هیں ؟ ۔ ابو حاتم نے جواب دیا که تم اور مــاهــرین فــن سے پوچهو اگر وه میری تائید کر دیں تو تم سمجهنا که میں نے درست کہا ۔ سائل نے ابو زرعه سے وه حــدیثیں پوچهیں انهوں نے ابو حاتم کی تصدیق کی تب سائل کو تسکین هوئی (۲۹)

پس جس طرح محدثین میں ممارست کی وجه سے ایسا ملکــه پیدا هو جاتا هے که وه اپنے ذوق اور وجدان سے احادیث میں علتوں کو پهچان لیتے هیں تو فقہاء میں احکام شرعیه کی مزاولت کے باعث اگر ایسا ملکه پیدا هو جائے تو کیا عجب هے ۔ ؟ هاں یه ضرور هے که یه دولت هر کس و ناکس کو میسر نہیں آ سکتی بلکه اسکے لئے مناسب علمی مہارت ، ورع اور تقوی نیز نیک نیتــی ضروری هے ۔ اور یه تمام چیزیں حضرت امام ابو حنیفه میں درجه اتم موجود تهیں ۔

ایک امــریکی جج مسٹر کارڈوزا کہتے هیں " آج قــانــون کی اهــم ترین ضروریات میں سے ایک ضرورت یه بهی هے که ایک ایسا فلسفة قــانون مــرتب کیــا جائے جو ثبات و تغیر کے متحارب تقاضوں کے مابین توافق و تعاون پیــدا

کرے اور یوں قانون کی نشوو ارتقــاء کے لئے چند کارگر اصول فراہم کرنے کا موجب ہو » ۔ (۳۰)

امام ابو حنیفه کے مذھب میں وہ وسعت مـــوجـــود ھے که جس میں قرآن و سنت جیسے غیر متبدل مآخذ بھی ھیں ۔ اور قیـــاس و استحسان جیسی تغیرات زمانه کو اپنے اندر سمیٹ لینے والی بنیادیں بھی ۔

استحسان کی بنیادیں ۔

اگرچه استحسان کیلئے کوئی طے شدہ قاعدہ نہیں ھے لیکن عام طور پر استحسانی احکام جن بنیادوں پر قائم ہوتے ھیں انھیں نہایت سلیقه سے علامه حموی نے اپنی کتاب « الاشباہ » میں نقل کیا ھے ۔ وہ کچھ قـــواعد بیـــان کرتے ہوئے لکھتے ھیں ۔

۱ ۔ القاعدة الرابعة المشقة تجلب التسير ۔ (۳۱) ۔ یعنی جہاں مشقت ہو وہاں آسانی پیدا کرنی چاھئیے ۔ پھر انھوں نے « تیسیر » کے ســات اسباب بیـــان کئے ۔

۲ ۔ القاعدة الخامسة الضرر یزال (۳۲) ۔ نقصـــان کا رفع کرنا ضروری ھے ۔

۳ ۔ القاعدة السادسة العادة محکمه (۳۳) چھٹا قاعدة یه ھے که عادت کو فیصله کن قرار دیا جائے گا ۔ یعنی کسی علاقه کے عرف و عادت کی بناء پر الفاظ کے ظاھری معنی ترک کر دیئے جاتے ھیں اور بہت سے فیصلے عرف و عادت کی بنیاد پر ہوتے ھیں ۔

علامه حموی نے ان بنیادوں پر استحسانی احکام کی جو مثالیں بیان کی ھیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ھیں ۔